انسانیت کی تلاش

مولانا اشہد رشیدی

حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ انسان سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح سے مختلف عادات اور مزاج کے ہوتے ہیں، ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں اچھا ہوگا (انسانیت سے متصف ہوگا) وہ اسلام میں بھی اچھا ہی مانا جائے گا بشر طیکہ وہ دیندار ہو۔

گویا دینداری کے بغیر انسانیت کی تکمیل ممکن ہی نہیں ہے۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر دنیا کے اختتام تک آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والی آدم کی اولاد کے لئے سب سے قیمتی، اہم اور گراں قدر چیز اگر کوئی ہے تو وہ انسانیت ہے جس پر قوموں کے عروج اور زوال کا دار و مدار ہے جہاں انسانیت ہوگی وہاں ظاہری و باطنی ترقیات کے دریچے کھلے ہوئے ہوں گے، امانت اور دیانت کے تقاضے پورے کئے جاتے ہوں گے، دوسروں کی عزت و ناموس کی پاسداری ہوگی اور بدکاری کی تمام صورتوں سے نفرت کا اظہار کیا جاتا ہوگا، اس کے برعکس جہاں انسانیت دم توڑ رہی ہوگی اور نفسانیت پروان چڑھنے میں مصروف ہوگی وہاں چین و سکون کا فقدان ہوگا، جنسی بے راہ روی عام ہوگی، عزتوں کو نیلام کیا جائے گا اور انسان حقیقی ترقی سے محروم و نامراد ہو جائیں گے۔

اسی لئے مذکورہ بالا روائت میں نبی کریم ﷺ اچھائی اور انسانیت سے متصف شخص کو کفر و شکر کی حالت میں بھی دوسروں سے بہتر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا شخص اسلام لانے کے بعد بھی افضل اور سب سے بہتر قرار پائے گا جبکہ اس میں دینداری پیدا ہو جائے۔ انسانیت اور نفسانیت کے اس واضح فرق اور کھلے ہوئے تفاوت کے باوجود آج کا انسان نفسانیت کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور انسانیت کی تلاش کا جذبہ ہی اس کے دل میں جنم لے رہا ہے، حالانکہ ناکامیوں اور مصائب کا ایک سیل رواں ہے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے مگر انسان خصوصاً مسلمان ہر طرح کے صدمات برداشت کر رہا ہے ذلتوں کو جھیل رہا ہے اور رسوائیوں سے نبرد آزما ہے لیکن پھر بھی انسانیت کے دامن پناہ میں آنے کو تیار نہیں ہے۔

کیا عالم اسلام کے موجودہ احوال مغربی طاقتوں کی چیرہ دستیاں اور ملک کے طول و عرض پر رونما ہونے والے تغیرات ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرنے اور انسانیت کو اپنانے پر آمادہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ کیا قومی سطح پر بے وزن ہونے اور سیاسی طور پر عضو معطل قرار دیئے جانے کے باوجود انسانیت کو نظرانداز کرنے کا سلسلہ قوم میں جاری نہیں ہے؟ کیا عیاروں کے نشانے پر

ہونے اور آئے دن مشق ستم کا شکار بننے کے باوجود انسانیت کی طرف سے آنکھیں پھیرنے کا روگ قوم میں سرایت نہیں کر گیا ہے؟ آخر اب کس بات کی دیر ہے؟ اور مزید کون سے ہولناک مناظر کا انتظار ہے؟

آیئے جتنی جلدی ہو سکے انسانیت کو اپنا کردار گرد کے نفرت بھرے ماحول کو الفت و محبت اخوت و بھائی چارہ سے بدل دیں اور نفسانیت کے مہیب اندھیرے کے پردہ کو چاک کر دیں، اگر آپ اس کے لئے تیار ہیں تو درج ذیل ایسی چار خوبیاں اپنے اندر پیدا کر لیجئے کہ جن پر دینداری کا دار و مدار ہے اس طرح انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اطاعت خداوندی (۱)

انسانیت کی معراج یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کو پہچان کر اس کی فرماں برداری میں مصروف ہو جائے اور من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنے لگے تو خدا اس کی زندگی کو چین و سکون سے بھر دے گا، پریشانیوں سے اس کی حفاظت فرمائے گا اور آخری کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں اس کو عظیم الشان اجر و ثواب سے مالا مال کرے گا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"جو مومن مرد و عورت اچھے اعمال کریں گے (اطاعت خداوندی کی راہ پر چلیں گے) ہم ان کو خوشگوار زندگی عطا کریں گے اور ان کے اچھے اعمال کا اجر و ثواب دیں گے۔"

حق بحق دار رسید (۲)

انسانیت سے مزین ہونے والے افراد کے لئے حقداروں کے حقوق کو ادا کرنا نہائت اہم اور ضروری ہے کیونکہ کسی انسان کے حق کو پامال کرنا خواہ اس کا دین دھرم کچھ بھی ہو کائنات کا سب سے بڑا ظلم ہے اور ہر طرح کے خاندانی معاشرتی اور قومی اختلافات کی جڑ اور بنیاد ہے، یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی معافی کی شکل قیامت کے دن اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو گی کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم دے دی جائیں گی اور اگر اس سے بھی اس کا حق پورا نہیں ہو گا تو مظلوم کے گناہ ظالم پر لاد دئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

"حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرما مروی ہے کہ وہ شخص جس نے کسی پر ظلم کرتے ہوئے اس کی عزت و ناموس کو نقصان پہونچایا ہو یا کسی اور طرح سے حق تلفی کی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کا بدلہ اس دن کے آنے سے پہلے چکا دے کہ جس میں نہ دینار رہے گا اور نہ درہم ورنہ تو ظالم کی نیکیوں میں سے ظلم کے بقدر نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔"

خدمت خلق (۳)

مقام انسانیت پر فائز ہونے کے لئے خلق خدا سے محبت کا ہونا لازمی اور ضروری ہے جب تک دین اور مذہب، افکار اور خیالات اور مسلک و مشرب سے اوپر اٹھ کر محض انسان ہونے کی بنیاد پر دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آنے کا جذبہ دلوں میں جنم نہیں لے گا اس وقت تک انسانیت زندہ نہیں ہو گی، نہ خدا کی طرف سے رحم و کرم کے دروازے کھلیں گے اور نہ ہی انسان کو خدا کی معیت اور اس کی نصرت حاصل ہو گی، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

"حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ رحم و کرم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے (اے لوگو!) تم زمین پر رہنے والوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو آسمان پر موجود خدا تم پر کرم فرمائے گا۔

اسی طرح پریشانیوں میں مبتلا افراد کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھانا اور ان کے ساتھ کرم کا معاملہ کرنا انسانیت کا وہ اعلیٰ معیار ہے کہ جس پر فائز ہونے والا نصرت خداوندی کا مستحق بن جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

"جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اس وقت تک وہ خدائی مدد اور نصرت کے زیر سرمایہ رہتا ہے۔"

عفو و درگزر (۴)

انسانیت کو پروان چڑھانے میں عفو و درگزر کا بھی بڑا دخل ہے، بدخواہوں، تکلیف پہونچانے والوں اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والوں کو طاقت و قوت حاصل ہونے کے بعد معاف کر دینا اور انتقام لینے کے بجائے حسن سلوک کرنا انسانیت کا وہ جوہر ہے جو دشمن کو دوست اور پرایوں کو اپنا بنا دیتا ہے نفرت کی دیواروں کو ڈھا دیتا ہے، عداوت و بغض و عناد کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور پیار اور محبت کی فضاء کو عام کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہے، بدی کو اچھائی سے دور کرو اس کے نتیجہ میں دشمن جگری دوست ہو جائے گا۔"

مذکورہ چاروں اوصاف اس شخص میں پیدا ہو جائیں گے وہ دینداری، انسانیت، آدمیت، شرافت اور اخلاق فاضلہ کا پیکر بن جائے گا۔ اب اس کی اتباع کی جائے گی، اس کی پیشوائی پر فخر کا اظہار کیا جائے گا اور قوموں کی امامت اور قیادت اس کے سپرد کر دی جائے گی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بلا تفریق مذہب و ملت اس کو مقتدی تسلیم کر لیا جائے گا۔

غور کیجئے کیا آج کل نفسانیت نے اپنے پنجے نہیں گاڑ دیئے ہیں؟ نہ اطاعت خداوندی کا جذبہ ہے اور نہ ہی حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر رہ گئی ہے۔

اسی طرح خدمت خلق کو بھول کر آج کا انسان صرف اپنے اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے میں مصروف ہے، نہ اس کو اپنوں کی فکر ہے، نہ پرایوں کی کی، نہ پڑوسیوں کی فکر ہے اور نہ قرابت داروں کی یہ نفسانیت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ خود غرضی اور مفاد پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آج کا انسان غرور و تکبر، بڑائی اور نخوت میں مبتلا ہو کر عفو و در گزر کو بھول نہیں بیٹھا ہے؟ کیا معاف کرنے کو بزدلی سے تعبیر نہیں کیا جانے لگا ہے؟ غیروں کی بات چھوڑیئے، خونی رشتوں کو بھی نظر انداز کر کے انتقامی کاروائی کرنا اور کسی بھی صورت میں عفو و در گزر سے کام نہ لینا کیا آج مسلمانوں کا شیوہ نہیں بن گیا ہے؟

الغرض نفسانیت زدہ اس ماحول میں اگر انسانیت کو چراغ لے کر بھی ڈھونڈا جائے تب بھی کامیابی یقینی نہیں ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ مقصد کو پانے کا تصور محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، مصائب کے طوفانوں کا رخ تبدیل کر کے اگر امن و چین اور سکون کے پیغام کو عام کرنا ہے تو صرف زبانی جمع خرچ کے بجائے انسانیت کو پروان چڑھانا ہو گا اور مذکورہ چاروں خوبیوں کو اپنا کر فضا کو ہموار کرنا ہو گا۔

اللہ رب العزت پوری امت کو انسانیت کی دولت سے مالا مال فرمائیں، آمین۔